جہنم کا دیوتا (پندرہویں قسط)

(Supreme Episode)

اس نے مجھ سے فارسی زبان میں کچھ پوچھا تو میرے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جب سمجھ ہی نہیں آئی تھی تو میں جواب کیا دیتا؟ صرف مجھے نہیں میرے فرشتے بھی اس زبان سے واقف نہیں تھے اور نہ ہی بچپن میں کبھی فارسی کی کوئی کتاب پڑھی تھی ۔لیکن اس پر کمال ایسا کہ میں نے اسے ذرا برابر بھی شک نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی بات نہیں سمجھ رہا۔ میں اس کی بات کے دوران برابر سر ہلاتا رہا۔ کیونکہ میں ایک مقامی آدمی کے روپ میں تھا اور یہ تو میری روح کو بھی معلوم نہیں تھا کہ دراصل میں کس کے روپ میں ہوں۔ عین ممکن تھا کہ کوئی میرا اہم شکل ہو۔ لیکن نے انتہائی پر اعتماد لہجے میں میں نے خود کو پیش کیا۔

اس پر مہربانی ولیم لیوک کی کہ اس نے مجھے عین موقعے پر بچا لیا اور گفتگو کے درمیان ہی کود گیا۔ اب وہ پولیس آفیسر کو میری جگہ جواب دے رہا تھا۔ وہ بھی مقامی میک اپ میں تھا اور فارسی خوب جانتا تھا۔ اس نے میرا بھرپور دفاع کیا اور اس دوران میں یوں سر ہلا ہلا کر اس کی بات کی تائید کر رہا تھا کہ جیسے واقعی جو وہ کہہ رہا تھا درست تھا۔ پتہ نہیں اس نے پولیس والے صاحب کو کیا کہانی سنائی ہو گی کہ اس نے تھوڑی پوچھ گوچھ کے بعد ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔

مجھے ولیم کے ہوتے ہوئے اسی قسم کی توقع تھی کہ وہ مجھے ہر اس جگہ پر بچائے گا جہاں میرا بچ نکلنا ناممکن تھا۔ خیر پولیس آفیسر کے جاتے ہی اس نے گاڑی کو پھر اگلے گیئر پر ڈال دیا اور پھر اس نے اُس چوک سے موڑ کر گاڑی ایک اور شاہراہ پر ڈال دی۔ یہاں پر سڑکیں رش کے اعتبار سے اپنے جوبن پر تھیں۔ وہ جلد از جلد یہاں دور نکل جانا چاہتا تھا تاکہ وہ مجھے کسی نئے طریقے سے ایران سے نکال سکے۔ حالات واقعی میری توقع سے زیادہ خراب ہونے جا رہے تھے۔ میں ان کو روکنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا صرف ولیم ہی تھا جو میری خاطر جدوجہد کر رہا تھا۔

گاڑی جب کافی آگے نکل گئی تو وہ مجھے کہنے لگا۔:"ڈیوڈ صاحب آپ کو شاید ابھی یہ اندازہ نہیں ہے کہ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس کتنی تیز ہے اور آپ کے یوں فرار ہونے سے انہوں نے پورے شہر میں ناکے لگا دیئے ہیں اور ہمارے لئے یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔اس لئے میں چاہ رہا ہوں کہ جلد از جلد آپ کو اپنے خفیہ پوائنٹ پر لے جاؤں۔انہوں نے ہماری ذرا بھی بھنک پالی تو وہ "بلیک ڈائمنڈ ایجنسی کے پورے سیٹ اپ کو ہی ایران سے اڑا دیں گے۔ان کے بس میں ہو تو وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔:"یہ پولیس والا کیا کہہ رہا تھا تمہیں؟"

"وہ آپ سے آپ کا آئی ڈی کارڈ مانگ رہا تھا۔چونکہ آپ مقامی آدمی کے روپ میں تھے تو میں نے فوراً درمیان میں آتے ہوئے یہ کہا کہ آپ اپنے دوستوں کے یہاں گئے ہوئے تھے ان کا کچھ کھانے وغیرہ کا پروگرام تھا اور انہیں نے اچانک ہی بلا لیا اس لئے آپ آئی ڈی کارڈ وغیرہ جلدی میں نکلتے ہوئے گھر چھوڑ آئے۔تھا تو یہ ایک بھونڈا سا بہانہ مگر وہ پولیس والا کچھ زیادہ ہی مہربان ثابت ہوا اس نے ہمیں وارننگ دے کر جانے دیا۔میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہم جلد از جلد اپنی مقررہ جگہ پہنچ جائیں تاکہ مزید کسی قسم کی پرابلم میں نہ الجھیں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے یہاں سے نکلنے میں مزید کتنا عرصہ لگ سکتا ہے۔۔؟"

"میرے خیال میں آپ کو ایک ہفتہ لگ سکتا ہے تب تک حالات نارمل تو نہیں ہوئے ہونگے پر مجھے امید ہے کہ آپ نکل جائیں گے ۔یہاں سے پھر آپ دبئی نہیں جائیں گے بلکہ سیدھا بس کے ذریعے شام جائیں گے۔جو تقریباً دو دن کا سفر ہے۔یہاں سے زائرین کا قافلہ جاتا ہے۔آپ کو ان کے ساتھ جانا ہو گا۔یہاں کے لوگ زائرن کی بہت عزت کرتے ہیں اور ان پر زیادہ سختی نہیں ہوتی۔آپ یہاں سے پہلے عقدا جائیں گے جو کوئی پانچ سے چھ گھنٹے کی ڈرائیو ہے پھر وہاں سے آپ زائرین کی بس میں سوار ہونگے جو سیدھا آپ کو شام پہنچائے گی۔پھر وہاں کے نمائندے آپ کو اسرائیل پہنچا دیں گے اور جب آپ وہاں پہنچ گئے تو سمجھو آپ امریکہ پہنچ گئے۔یہ ہے تو تکلیف دہ سفر مگر کیا کریں حالات جو ایسے ہیں لیکن اگر آپ بائے ایئر حکم کریں گے تو وہ بھی ہو جائے گا میرے لئے کچھ بھی مشکل نہیں بس آپ حکم کریں لیکن باقی طریقوں سے رسک کے چانس بڑھ جائیں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر کرنل صاحب نے جو شیخ قاسم کے روپ سے کام لینے تھے ان کا کیا ہو گا؟"

"جناب اس حوالے سے خبر یہ ہے کہ شیخ قاسم نے جس دبئی کے شیخ سے مل کر وہ نایاب ڈائمنڈ خریدنے تھے اب وہ ایسا نہیں کر رہا، اس نے ڈیل کرنے سے معذرت کر لی ہے۔۔۔"

"مجھے اس کی بات سن کر حیرت ہوئی پھر میں نے کہا۔"کیوں کیا ہوا اس دبئی کے شیخ کو؟ اس نے ایک دم سے کیوں معذرت کر لی۔ وہ جلدی میں تھا اور اس کے بقول اسے اچھی پارٹی مل گئی تھی جو کرنل اشر سے زیادہ اچھا سودا کر رہی تھی تو اس نے اسے بیچ دیئے"

"حیرت ہے یہ تو چٹ منگی پٹ بیاہ والی بات لگ رہی ہے۔۔۔"

"بس یہی سمجھ لیں اس نے اب سے دو گھنٹے قبل ہی ڈیل کینسل کی ہے۔"

"تو پھر اس معاملے میں کرنل صاحب سے بات ہوئی تمہاری؟ وہ کیا کہتے ہیں؟"

وہ کہتے ہیں کہ کوئی نہیں شیخ لالچ میں آگیا، ہمیں کہیں اور سے مل جائیں گے اور اب میں ڈیوڈ صاحب کی ہی خدمت کروں سو میں" اس لئے آپ کا استقبال کرنے کے لئے آگیا۔۔"میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں اور آرام سے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ دنیا بھر سے نایاب ہیرے اکھٹے کرنا کرنل اشر کا پرانا اور محبوب ترین مشغلہ تھا۔ مگر اب شاید اس شیخ کے ہیرے اس سے کوسوں دور تھے۔ سو وہ صبر کر گیا اور کسی اور کو مرغا بنانے کا سوچ رہا ہو گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

بارش اپنی تمام تر آندھی طوفان کے ساتھ رخصت ہو گئی تھی۔ بڑھے سنکی آدمی کے کہے کے برخلاف موسم نے عجیب ہی رنگ دکھایا تھا۔ بارش کئی گھنٹے تک ضرور رہی تھی مگر اب نہ صرف ختم ہو گئی تھی بلکہ دوبارہ دن نکل آیا تھا حالانکہ اب رات کا وقت ہونے والا تھا۔ البتہ اس کی یہ بات بالکل ٹھیک تھی کہ یہاں موسم کی کوئی گارنٹی نہیں تھی واقعی یہ قدرت کے اصولوں کے منافی بات لگ رہی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ خدا نے اس جنگل میں اپنے اصولوں میں خود ہی ترمیم کر دی ہو۔ کیونکہ وہی قادر مطلق ہے اسی کی بنائی ہوئی چیزیں ہے۔ یہ زمین پھر اس میں موجود یہ جنگل اور پھر اس کا موسم۔ اس میں میں یا کوئی اور کیسے تنقید کر سکتے تھے۔ کشتی کی دیواریں اب بھی ٹپک رہی تھیں ان ہلکا ہلکا پانی بہہ رہا تھا۔ سب لوگ اپنی ہی دنیا میں مست تھے کہ ایسے میں کیپٹن جیک نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر وہ یوں ہی خالی نظروں سے خلاء میں گھورتا رہا اور میں اسے گھورتا رہا۔ وہ ہر لحہ پر اسرار معلوم ہوتا تھا جانے کس دنیا کا باسی تھا اور مجھے کون طلسمی کہانیاں سناتا تھا۔ لیکن ایک بار ضرور تھی کہ وہ جو سناتا تھا کافی دلچسپ تھا، میری ساری تھکن دور ہو جاتا تھی اور خود میں ایک نئی تازگی محسوس کرنے لگتا تھا۔ اس اعتبار سے وہ میری اس قید کا ایک بہترین ساتھی ثابت ہوا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کب تک یوں ہی میرے ساتھ برتاؤ رکھتا مگر اتنا ضرور تھا مجھے اپنے گرد و پیش کی خبریں ضرور مل رہی تھیں جن کی تصدیق بھی خود ہی آنے والے وقت میں خود ہی ہو جاتی۔ سو پہلے کی نسبت اب اپنے آپ کو زیادہ پر اعتماد محسوس کر رہا تھا۔ مگر نقاہت اور کمزوری بدسطور اپنی جگہ موجود تھی۔ اس تازگی کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں بالکل فٹ ہو گیا تھا اس مطلب یہ تھا کہ میں کیپٹن جیک کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور بس۔

اب بھی اگر وہ جہنم کے قزاق آجاتے تو انہوں نے مجھے نہیں چھوڑنا تھا اور میرے پاس اپنے دفاع کے لئے کچھ نہیں تھا۔ بقول کیپٹن جیک کے اگر میں ان کے لئے آنے والے وقت میں قربانی کا بکرا تھا تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مجھے کھلا پلا کر موٹا تازہ کیا جاتا مگر ہوا اس کے بالکل الٹ رہا تھا۔ اس جنگل میں خدا جانے ہر چیز کے نرالے ہی اصول تھے اور سب کچھ بغیر کسی اپنے ہی اصول اور ضابطہ کے

چل رہی تھی۔ میں اب زیادہ سے زیادہ خود کو اپنے ماحول سے ڈھال رہا تھا تا کہ جلد از جلد اپنے حالات پر قابو پا سکوں۔ بلاشبہ انسان ایک معاشرتی جانور ہے اور اپنے آپ کو کسی بھی ماحول میں ڈھال سکتا ہے۔

باہر ہر طرف پھیلی ہوئی گاس ابھی تک تر تھی اور اس سورج کے آنے سے کچھ مزید ہی نکھر گئی تھی۔ اس دوران کیپٹن جیک اپنی دنیا سے واپس لوٹا اور مجھے دیکھنے لگا۔ اب ہم دونوں کی نظریں چار ہوئیں تو اس نے کہا:

"تم نے دیکھا یہاں کا موسم کتنا عجیب ہے اس کے بارے میں پیشین گوئی کرنا کتنا مشکل ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے دیکھو کتنی شدت کے ساتھ بارش ہو رہی تھی مگر اب دیکھو سب کچھ ہی تبدیل ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے یہاں کی آب و ہوا باقی دنیا سے کافی مختلف ہے۔ ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ بات کر رہا ہوں کہ یہاں کی لوکیشن ٹریس کرنا نا ممکن ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ تمہاری مرنا بھی اٹل ہو چکا ہے تمہارے وجود سے پھوٹنے والی روشنی بھی تمہارے کچھ کام نہیں آسکے گی۔ یہ تمام شیطانی قوتیں تمہیں بری طرح سے نچوڑ ڈالیں گی۔ کیونکہ میں اس کی جیتی جاگتی مثال تمہارے سامنے موجود ہوں۔۔۔۔"

"مگر کیپٹن صاحب آج تک یہ دنیا کا اصول رہا ہے کہ خیر و شر کی قوتوں کے درمیان اگر وقتی نقصان ہو بھی جائے تو آخری فتح خیر کی ہی ہوتی ہے اس لئے آپ مایوس نہ ہوں آپ کا روزہ طویل ضرور ہے آپ کی مشکل کھٹن ضرور ہے مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ خدا ضرور ہماری مدد کرے گا اس کی مدد و نصرت سے ہمیں کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو کہ فتح خیر کی ہوتی ہے مگر تم کس خدا کی بات کر رہے ہو؟ میں ایسے کسی وجود کو نہیں جانتا اور نہ ہی میرا ایمان کسی مذہب پر ہے یہ مذہب یہ خدا میں ان چیزوں کو بالکل نہیں مانتا۔ تم کرسچن ہو سکتے ہو، یہودی ہو سکتے یا پھر مان لیتے ہیں شاید تم مسلمان بھی ہو مگر میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوں۔۔۔۔۔ میرے نزدیک انسان خود ہے جو وہ کرتا ہے اسے وہی ملتا ہے اس کے مقابلے میں ایک دوسرا انسان یا شیطان تو ہو سکتا ہے مگر کوئی خدا نہیں۔۔۔

"تو کیا خدا پر سے ایمان آپ اب یہاں آکر اٹھا یا اس سے قبل بھی آپ کی یہی سوچ تھی؟"

"میری سوچ آج کی نہیں بلکہ بہت قدیم میرے پر دادا سے چلی آرہی ہے۔ ہم لوگ خود سمندر کے دیوتا تھے۔ ہم نے سمندر پر حکمرانی کی ہم نے سمندر کو چیر کر اس کے اندر سے راستے نکالے۔ تو اس وقت خدا کہاں تھا، یہ ہم خود تھے جس نے سمندروں پر راج کیا۔ ہم نے کئی شیطانوں کو شکست دی آج ہم خود ان شیطانوں کے نرغے میں ہیں تو یہ وہی کچھ ہے جو ہماری نسلوں نے کیا تھا یہ اسی کی ثمرات ہیں۔ مجھے تمہاری ایمان سے کچھ نہیں لینا دینا۔ ہر شخص اپنی زندگی میں ایک آزاد پنچھی ہے وہ جو چاہیے اپنا ایمان اپنے تجربات کی روشنی میں رکھ سکتا ہے۔ یہ میرے خیالات ہیں تمہارا ان سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ یہ جہنم کے قزاق مجھ سے میرا سب کچھ چھین سکتے ہیں، یہ دولت، یہ دنیا، یہ جسم، میری بیٹی میرا سب کچھ، لیکن اگر انہیں اختیار نہیں ہے تو میرا خیالات کا۔ یہ

میرے تھے میرے ہیں اور میرے ہی رہینگے۔ حتیٰ کہ تم بھی مجھ پر تنقید نہیں کرسکتے۔ یہ موسموں کا بدلنا، رات کا دن ہونا اور دن کا شام میں ڈھل کر رات بن جانا یہ سب کچھ ایک قدرتی عمل ہے میرے نزدیک کوئی اسے کنٹرول نہیں کررہا۔"

"میں آپ کے خیالات پر تنقید کرنے کا خود کو مجاز نہیں رکھتا البتہ آپ کی باتوں سے مجھے مزید تجسس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ ایک طرف تو شر یعنی شیطان کو مان رہے ہیں مگر دوسری طرف خیر یعنی خدا کو نہیں مان رہے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر آپ کے نزدیک خیر کون ہے؟"

"میرے نزدیک ہر انسان خیر ہے تب تک جب تک وہ شیطانی قوتوں کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ تمام جاہل حبشی ایک اَن دیکھے شیطان کو اپنا دیوتا تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک کسی خدا یا شیطان کو نہیں دیکھا۔۔۔۔۔۔"

"پھر آپ نے یہ کیسے مان لیا کہ کوئی شیطان بھی ہے؟ جب آپ نے اسے دیکھا ہی نہیں تو؟۔۔ میرے خیال میں آپ کی دونوں کے حوالے سے ایک ہی رائے ہونے چاہیے تھے۔ مگر میں یہ بات خاص طور پر نوٹ کررہا ہوں کہ آپ خدا تو تسلیم نہیں کررہے مگر شیطان کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔۔۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"یہ ایسے ہوا ہے کہ میں نے شیطان کے شیطانی وجود کو تو نہیں دیکھا مگر اس کی شیطانی کرامات کو ضرور دیکھا ہے۔ ان حبشیوں کو کیا تم بے وقوف سمجھتے ہو؟ اور کیا تمہارے نزدیک صرف تم ہی سب سے زیادہ عقل مند یا ذہین فطین ہو؟ یہ جو کچھ کررہے ہیں تمہیں بظاہر احمق دکھائی دے رہے ہونگے مگر اس کے ضرور ایک ٹھوس عقیدہ جس کی بنیاد پر یہ سب کچھ کررہے ہیں۔ انہوں نے اپنے شیطان کو دیکھا ہے بقول ان کے وہ بالکل آگ کی مانند ہے اور اس کے پاس بہت سے اختیارات ہیں۔ وہ سب کچھ کرسکتا ہے ۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ ان حبشیوں سے کام لے تاکہ بعد میں ان سے خوش ہو کر انہیں دنیا کی حکمرانی دے۔ اس کے برعکس میں نے نہ تو خدا کو دیکھا اور نہ اُس خدا کا کوئی کرشمہ زندگی بھر دیکھا۔ یہ سب موسم کی الٹ پھیر صرف اس شیطان کی مرضی سے ہورہی ہے ۔"

"چلو ایک پل کے لئے آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ وہی شیطان ہی کررہا ہوگا مگر اس جنگل سے ہٹ کر بھی ایک دنیا آباد ہے جو ایک قاعدے اور ایک اصول کے تحت چل رہی ہے۔ اس میں اس شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ وہاں سورج ایک مقررہ وقت پر طلوع ہوتا ہے اور اسی وقت پر غروب ہو جاتا ہے۔ دنوں اور سالوں کے اوقات ایک مخصوص ضابطے سے چل رہے ہیں۔ یہ زمین یہ آسمان اس میں موجود لاتعداد ستارے کیا اپنے آپ میں خود ہی وجود میں آگئے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ساری کائنات بگ بینگ کے نتیجے میں وجود میں آئی مگر اس سے قبل جو کچھ تھا ابھی تک سائنس اسے دریافت نہیں کرسکی ایک لامتناہی کائنات تھی۔ پھر انسانوں کا دنیا میں پیدا ہونا اور پھر اپنی مقررہ عمر گزارتے ہی چلے جانا کیا آپ کو اس سب کچھ کے پیچھے کوئی نظر نہیں آتا؟ آخر انسان کیوں پیدا ہو رہے ہیں اور پھر یہ سب کچھ ایک مسیحی دور کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس مسیحی دور

میں کس کی حکومت ہو گی؟ نہ آپ کی اور نہ ہی ان جہنم کے قزاقوں کی۔ اس میں صرف یہودیوں کی حکومت ہو گی اور اسرائیل دنیا کی واحد سوپر پاور بن کر ابھرے گا۔ پھر ایک لامتناہی عرصے تک یہ سب انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح ہماری حکمرانی میں رہیں گے بالکل غلام بن کر۔ جیسے ان جنگلیوں نے ہمیں رکھا ہوا ہے۔۔۔" میں نے اسے کہا تو وہ میری بات سن کر گہری سوچ میں پڑ گیا اور پھر اس نے ایک بار پھر سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

مجھے ابھی اپنی آنکھیں بند کئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک جھٹکے سے گاڑی کے ٹائر چیختے ہوئے رک گئے۔ میرا سر پوری شدت سے فرنٹ سیٹ پر لگتا تھا کہ میں اپنی اپنے ہاتھ فوراً پھیلا کر کرسی پر رکھ لیئے اور اپنے آپ جھٹکے کے رد عمل سے بچا لیا۔ میں نے ایک دم سے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک آواز میرے کانوں میں پڑی۔

"اف برے پھنسے۔۔۔" یہ تشویش بھری آواز ولیم کی تھی جس نے اچانک ایک سڑک کے بیچوں بیچ ایک سڑک کو ترچھی کھڑی ہوئے دیکھا تو بریک لگا دی تھی۔ ہم اس وقت ایک گول چکر سے گزر رہے تھے اور اب سڑک مکمل بلاک تھی۔ ولیم نے پوری قوت سے ریورس گئیر لگایا گاڑی پیچھے کی طرف گھما دی۔ ابھی ہماری گاڑی کو پیچھے آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ ہمیں چاروں طرف سے گن بردار نقاب پوشوں نے گھیر لیا اور پھر اس کے ساتھ ہی ایک گاڑی عین ہمارے پیچھے آکر رکی۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس میں سے آمنہ جہاں باہر نکلی تیز تیز چلتی ہوئی میری سائیڈ پر آگئی۔ ہماری گاڑی بری طرح سے چاروں طرف سے پھنس گئے تھی یہاں کسی بھی قسم کی ہوشیاری دکھانا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس نے گاڑی روک دی۔ اس اثناء میں آمنہ جہاں نے ایک جھٹکے کے ساتھ میری سائیڈ والا دروازہ کھولا اور اپنی پستول نکل کر سر کے ساتھ لگا دی۔

"خبر دار ڈیوڈ کوئی ہوشیاری نہ کرنا اور خاموشی سے اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر باہر نکل آئو ورنہ نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ سمجھے ۔۔۔" اس نے چیختے ہوئے کہا تو میں خاموشی کے ساتھ اپنے ہاتھ سر پر رکھتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس سے قبل میں نے اپنا بریف کیس سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

"میں پھر کہہ رہی ہوں کوئی عیاری مت دکھانا۔۔ تمہیں پہلے تھوڑی سی ڈھیل دے دی اب مجھ سے یہ امید مت رکھنا۔ اپنا منہ گاڑی کی طرف پھیر لو۔۔۔۔ چلو جلدی کرو۔۔" میں نے اس کی ہدایات پر من و عن عمل کرتے ہوئے ویسا ہی کیا جیسا وہ کہہ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دو تین نقاب پوش دوڑتے ہوئے آئے ایک نے میرے ہاتھ پیچھے کر کے مجھے ہتھکڑی پہنائی اور پھر ولیم کو باہر نکال کر اس کے ساتھ بھی وہی کیا جو انہوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اس کے بعد میرے آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ دی گئیں اور مجھے ایک دوسری گاڑی میں بٹھایا گیا اور اس کے بعد وہ گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے وہاں سے نکل چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"میں تمہارے عقیدے کو تو نہیں مانتا لیکن ہاں تم نے جو باتیں کیں اس نے تو مجھے واقعی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یقینا کوئی نہ کوئی ہستی ضرور ہے۔۔۔بظاہر یہ مظاہر قدرت ہمیں جو نظر آتے ہیں ان کے پیچھے یقینا کوئی ایسی ہستی ہے جو نظر نہیں آتی مگر وہ اپنا اثر ضرور رکھتی ہے۔ہاں واقعی کوئی ہے، کوئی ان دیکھا سا۔۔۔ لیکن میں جتنا سوچتا ہوں اتنا الجھ جاتا ہوں۔اگر ہمیں کوئی پیدا کرنے والا خدا ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا؟اگر وہ ہر چیز ہر ذرے میں موجود ہے تو پھر وہ بیک وقت غائب کیسے ہو جاتا ہے؟کیا یہ سب نظر کا فریب ہے؟اگر ایسا ہے تو کیوں ہے۔۔کیا تم میری اس معاملے میں کوئی راہ نمائی کرو گے؟۔۔۔پلیز مجھے اپنے خدا سے ملوا دو، پتہ نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے، میرے وجود میں کپکپی سی طاری ہو رہی ہے۔میں نے پوری زندگی خدا کو اپنے پاس ہونے کے باوجود اسے جھٹلایا ہے، اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے، پر معلوم نہیں یہ تمہاری باتوں کا اثر ہے یا میرے ضمیر کی آواز۔میرے کلیجہ حلق کو آرہا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں چند لمحوں کا مہمان ہوں۔۔"اس نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اپنی بات ختم کی ہی تھی کہ ایک بار پھر لمبے تڑنگے حبشی اپنی خونخوار نظروں سے کشتی کے اندر داخل ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے شور شرابہ شروع کر دیا۔وہ تعداد میں تین تھے، کچھ دیر وہ لوگ یوں ہی آپس میں الجھتے رہے، شاید ان کے درمیان کسی بات پر زبردست بحث ہو رہی تھی قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ہی بھون ڈالتے مگر پھر اچانک گرما گرم گفتگو ختم ہوئی اور ان تینوں کی نظریں میری جانب بڑھ گئیں۔میں نے بھی اپنی نقاہت بھری نظروں سے ان کی جانب دیکھا اور پھر ان کا لیڈر اپنے ساتھی سے ایک لوہے کی تار لے کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا میری جانب بڑھنے لگا۔وہ مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اسے۔۔۔۔وہ میرے پاس آیا اور میرے سامنے آکر رک گیا۔اس کے چہرے کے تیور بدل رہے تھے ماتھے اور گالوں پر لکیروں کا جال ابھر رہا تھا۔پھر اس نے لمبے لمبے سانس لینا شروع کر دیئے۔اس کے دونوں ہاتھوں میں لوہے کی تار مسلسل حرکت کر رہی تھی۔میرا خون بھی اندر ہی اندر کھول رہا تھا، میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح سے میں خود کو آزاد کروا کر ان کی ایک بار پھر سے درگت بنا دوں۔اس نے ایک دم سے دانت پیستے ہوئے باہر نکالے اور چیختے ہوئے میرے گالوں کو اپنے بائیں ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑ کر اوپر اچھال لیا اور اپنے برابر کر کے اس نے بری طرح سے دانتوں کو دباتے ہوئے مجھے کچھ کہنے لگا۔جو یقینا میرے اوپر سے گزر رہا تھا، میرے نزدیک اس کی گفتگو جنگلی اوٹ پٹانگ چیخوں کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔میں نے غصے سے بھرے ہوئے انداز میں اپنے جسم کی پوری طاقت جمع کر کے اس کے منہ پر تھوک دیا۔تھوک میرے منہ سے نکلتے ہی ٹھیک اس کی آنکھوں کے درمیان جا لگی اور پھیل گئی۔۔۔ایک پل کے لئے اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور پھر کھل گئیں۔اس کی آنکھوں میں آنگارے تھے اور ان کی حدت میرے وجود کو جھلسا رہی تھیں۔وقت ایک بار پھر سے تھم گیا تھا لمحے طویل ہو گئے تھے اور ان کی طوالت میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ارد گرد کا ماحول بھی ایک تصویر کی شکل اختیار کر گیا ہو۔فضا میں اڑتے ہوئے معمولی ذرے بھی اپنی موجودگی کا مکمل احساس دلانے لگے تھے شاید اس سے قبل ایسا ممکن نہیں تھا۔ہر کوئی بت بن کر اگلے لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔نہ جانے یہ منظر کتنی دیر تک یوں ہی چلتا رہا اور ہر منظر ہی سلو موشن معلوم ہو رہا تھا۔

پھر اچانک اس نے اپنا الٹا ہاتھ گھما کر اپنے چہرے سے تھوک صاف کرنے کی ناکام کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اس نے میری گردن میں لوہے کی تار گھما کر ڈال دی۔ تکلیف کی شدت سے سے میری آنکھیں باہر آگئیں اور میں درمیان میں ہی لڑکھڑا کر رہ گیا۔ اس نے پھر اپنے کپڑوں میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے ہاتھوں کی انگلیوں کی سائز کی ایک لوہے نما چیز نکال لی اور پھر اسے اپنے ہاتھوں مین پہن کر مجھے باقاعدہ ریسلنگ اسٹائل میں میرے ماتھے پر جوڑ جوڑ کے مکے رسید کرنے شروع کر دیا۔ ایک بار پھر میرا چہرہ لہولہان ہو کر زخمی ہو گیا۔ مگر اس کو اور وہاں موجود کسی کو بھی میری حالت پر رحم نہیں آ رہا تھا۔ وہ چڑھ چڑھ کر میری درگت بنا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر سے اندھیرا چھانے لگا، لیکن اس سے قبل مجھے ایک کے بجائے دو دو انسان نظر آنا شروع ہو گئے اور میرا سر بری طرح سے چکرانے لگا۔ وہ کٹائی میری برداشت سے ایک بار پھر باہر ہوتی جا رہی تھی، میرا فولاد ہونا اپنی جگہ لیکن اس کی بھی کوئی حد تھی شاید ہر بار وہی حد عبور ہو رہی تھی۔ رفتہ رفتہ میں ایک بار پھر سے اپنے گردو پیش سے بے نیاز ہوتا ہوا خوابوں کی دنیا میں چلا گیا۔ جہاں کا ہر خواب اصلی زندگی کی مار کٹائی سے بھی کہیں زیادہ بھیانک تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

میری آنکھوں سے پٹی ہٹائی گئی تو پہلے تو میرے سامنے سارا منظر دھندلا رہا لیکن پھر وہ دھندلاہٹ دور ہوتی گئی اور پھر سب منظر مجھ پر واضح ہو گیا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے سامنے ایک میز رکھی ہوئی تھی۔ جس کی دوسری جانب آمنہ جہاں طنزیہ انداز میں مجھے گھور رہی تھی۔ ٹیبل پر سوائے ایک پستول کے اور کچھ نہیں تھا۔ میرے ہاتھ اور پائوں سختی کے ساتھ کرسی سے باندھ دیئے گئے تھے۔ جس آدمی نے میری آنکھوں سے پٹی ہٹائی تھی وہ کمرے کا اکلوتا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ کمرہ اپنی جسامت کے اعتبار سے سائونڈ پروف معلوم ہوتا تھا۔ کمرہ باقی ہر قسم کے سازوسامان سے عاری تھا البتہ اس میں جگہ جگہ اسپیکر اور کیمرے لگے ہوئے تھے۔ گویا میرا کہا ہوا ہر لفظ یہاں ریکارڈ ہونے جا رہا تھا اور مجھے یہاں سے نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ ایران میں اگر کوئی یوں پھنس جائے تو پھر اس کا نکلنا تقریباً ناممکن ہو جاتا تھا۔

میں یہ بھی اچھی طرح سے جانتا تھا کہ مجھ سے کس کے سوالات ہونے جا رہے تھے۔ جنہیں میں ایک حد تک چکر دے سکتا تھا اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ جو جرم ڈیوڈ سے ہو چکا تھا اب اس کا خمیازہ مجھے بھگتنا تھا اور جرم بھی کوئی ایسا ویسا نہیں تھا قتل جیسا بھیانک جرم تھا۔ خیر میں نے بے اختیار کندھے اچکائے اور آمنہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ کیونکہ جو ہونا تھا وہ تو اب ہونے ہی والا تھا اور میں اب اس سے مزید نہیں چھپ سکتا تھا۔ اس نے اچانک میز کی دراز کھولی اور اس میں سے چند فوٹو گرافس نکال کر میرے سامنے میز پر پھیلا دیئے۔ وہ اس دوران بدستور ناک بھنویں چڑھائے ہوئی تھی۔ وہ ایک خوب صورت ایرانی نوجوان کی فوٹو گرافس تھیں۔ اس نے ان پر ہاتھ رکھتے ہوئے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جانتے ہو یہ کون ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"

"میرے جاننے یا نہ جاننے سے کیا فرق پڑتا ہے تم خود ہی تعارف کروادو۔۔۔۔"اس نے میرے جواب پر ایک بار پھر سے منہ بنایا اور پھر دانت پیس کر کہنے لگی۔

"دیکھو ایک بات تم کان کھول کر سن لو کہ تم کہیں سے بھی عربی شیخ نہیں ہو۔ اگر کہو گے تو میں تمہارا میک اَپ بھی اتروادوں گی۔ اس لئے میرے ساتھ تعاون کرو ورنہ مجھے باقی حربے بھی استعمال کرنا آتے ہیں۔ لیکن اگر میں ان حربوں پر آئی تو تمہارے لئے بہت مشکل ہو جائے گی۔۔۔۔۔"

"مس آمنہ جہاں میں ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہوں لیکن پہلے تمہیں یہ ثابت کرنا ہو گا کہ میں واقعی ایک عربی شیخ نہیں ہوں ۔ اگر نہیں ہوں تو کیا ہوں ؟ جب یہ بات ثابت ہو جائے گی تو پھر ہی بات آگے چل سکے گی ناں۔ اس لئے فی الحال تو اسی حیثیت میں تمہیں مجھے قبول کرنا ہو گا نہیں تو پھر منگواؤ میک اَپ واشر اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔۔۔۔-"میں نے ٹھوس لہجے میں کہا تو وہ میرا چہرہ گھورنے لگی۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا اور میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم کیا سمجھتے ہو ائیر پورٹ سے لیکر یہاں تک تم نے جتنے ہنگامے کئے ہیں کیا وہ ایک عام عربی شیخ کر سکتا ہے ؟ تم ایک تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ تبھی چکنی مچھلی کی طرح بار بار ہاتھ سے پھسل رہے ہو۔ یہ جان لو کے میں تمہاری حقیقت سے خوب واقف ہوں بلکہ تمہارے سارے کالے کارنامے پڑھ رکھے ہیں۔۔۔۔۔"

"مثلاً تمہارے خیال میں میں نے کون نے سا ایسا جرم کیا ہے جو نا قابل معافی ہے ؟"

"تم نے ایک نئ کئی اشخاص کو انسانیت سوز ٹاچر کر کے موت کے گھاٹ اتارا ہے اور اس کے ہمارے پاس بہت سارے ثبوت بھی موجود ہیں۔ انہی مظلوم افراد میں ایک شخص حسام جہاں بھی تھا۔۔۔۔ جانتے ہو وہ کون تھا؟۔۔۔۔ میرا بھائی جسے تم نے کرنل اشر کی ایماء پر بدترین تشدد کر کے مار دیا۔ اس کے بعد جب ہم امریکی عدالتوں میں چکراتے پھر رہے تھے تو تم نے لاش دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہاں تک کے اس پر ہوئے تشدد کی تصاویر ہم نے عدالتوں کو پیش بھی کیں تھیں۔ مگر تم اور تمہاری ایجنسی صاف مکر گئی تھی۔ اس کے بعد ہم تمہیں عالمی عدالتوں میں لے گئے تھے جہاں پر ایک بار پر پھر تمہیں صاف بچالیا گیا۔ تب سے میں تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہوں۔"

"مجھے پھنسانے کی یہ اچھی کوشش ہے۔۔۔۔۔ مجھے نہیں معلوم کے یہ تم کس کے کارنامے میرے کھاتے میں ڈال رہی ہو۔۔۔۔ پہلے یہ ثابت کرو کے میں شیخ قاسم نہیں۔ باقی مرحلے تو بعد میں آئیں گے۔۔۔۔"

"تم انکار کرتے رہو لیکن مت بھولو کے تم شیخ قاسم کی حیثیت میں بھی جو اس ملک میں ہنگامے کرتے رہے ہو اس کی تلافی ہونا بہت مشکل ہے۔ عربوں اور ہمارے آپس کے تعلقات سے تم تو باخوبی واقف ہوناں۔ میرے نہیں خیال کے ایرانی حکومت تمہیں اس قدر آسانی کے ساتھ یہاں سے جانے دے۔ سڑتے رہنا آٹھ دس سال یہیں جیل میں۔"اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور ٹیبل سے

پستول اٹھا کر اس نے اپنے گریبان میں ڈالا اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگی تو میں نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

"بہت اچھا اسٹائل ہے۔۔۔ آئی لائیک دیٹ۔۔۔۔۔ لیکن جانے سے پہلے ایک بات تم بھی سن لو میں نے جو کچھ بھی کیا اپنے دفاع میں کیا۔ اس کی اجازت مجھے دنیا کا ہر قانون دیتا ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ تم اور تمہارا یہ قانون مجھے پورا انصاف دے گا۔ لیکن تم نے مجھے سب سے پہلے امریکی ایجنٹ ثابت کرنا ہے۔ اگر نہ کر سکی تو میں میرا ملک تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔" میری بات ختم ہوتے ہی پیر پٹختے ہوئے وہاں سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اور اس کے جاتے ہی دروازہ آٹومیٹک انداز میں خود بخود بند ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"وقار۔۔۔۔۔وقار بیٹا آگے مت جانا۔۔۔۔وقار بیٹا بات سنو۔۔۔ آگے پانی ہے بہت گہرا اگر کر ڈوب جاؤ گے۔۔۔" یہ میرے دادا جان کی آواز تھی جو مسلسل میرے کانوں میں پڑ رہی تھی اور میں ان سے بے نیاز مسلسل اچھلتا کودتا ہوا تیزی آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ مجھے بس آگے جانا تھا اور بھاگتے بھاگتے اپنے دادا جان سے خود کو چھپا لینا تھا۔ میں خوشی خوشی دوڑتا ہوا ایک بڑی سی جھاڑی کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ مجھے اپنی ہنسی پر کنٹرول کر پانا مشکل ہو رہا تھا۔

"وقار بیٹا دیکھو ایسے نہیں کرتے۔۔۔۔ دیکھو دادا جان تمہارے لئے بہت ساری چاکلیٹس لیکر آئے ہیں"

"۔۔۔۔وقار۔۔۔ بیٹا دیکھو ایسے نہیں کرتے یہاں جنگلی جانور بھی ہوتے ہیں۔۔۔ دیکھو اگر کسی جانور نے تمہیں کاٹ لیا تو پھر ؟۔۔۔ کیا تم اپنے دادا جان کو تکلیف دینا چاہتے ہو۔۔۔۔۔۔ ارے سامنے تو آؤ کہاں چھپ گئے ؟۔۔" وہ چیخ چیخ کر کبھی پیار سے اور کبھی ڈرا کر مجھے بل سے نکالنا چاہتے تھے تاکہ میں انکی نظروں کے سامنے آجاؤں اور وہ مجھے آسانی کے ساتھ پکڑ لیں۔ لیکن اس بار میں نے حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ان کے سامنے ہرگز نہیں جاؤنگا۔ دیکھتا ہوں وہ مجھے کیسے تلاش کرتے ہیں۔ آخر تھوڑا سا امتحان انہیں بھی تو ملنا چاہیے ناں۔۔۔ لیکن میری ہنسی تھی کے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ میں نے مضبوطی کے ساتھ اپنے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

"وقار بیٹا دیکھو بہت ہو گیا۔۔۔ اب اور نہیں۔۔۔ چلو شاباش اچھے بچوں کی طرح باہر نکل آؤ۔۔۔ دادا جان تمہاری طرح اتنے جوان تو ہیں نہیں کے وہ بھاگ دوڑ کر سکیں۔۔۔۔ جلد کرو بیٹا ورنہ گیڈر ماموں نکل آئے گا۔۔۔" مجھ پر تو جیسے انکی باتوں کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ میں ایک کان سے سن رہا تھا اور دوسرے سے برابر نکالے چلا جا رہا تھا۔ میرے ذہن میں اسوقت صرف ایک ہی چیز تھی اور وہ یہ کے مجھے اسی طرح چھپے بیٹھے رہنا۔۔۔۔۔۔۔۔ تب تک جب تک وہ ہار نہ مان لیں۔ ادھر وہ تھک کر ہار مانیں اور ادھر میں قہقہے لگاتا ہوا باہر نکل آؤں۔ اس بار تو چاکلیٹس کیا آئس کریم بھی کھاؤنگا۔

"دیکھو بیٹا اپنے بڑھے دادا جان پر کچھ تو رحم کرو۔ انہیں یوں تنگ نہ کرو۔۔۔ اگر ایسا کرو گے تو میں تمہارا پاپا کو شکایت لگا دوں گا اور وہ تمہیں بہت ماریں گے۔۔۔۔۔۔شاباش آجائو بیٹا۔۔۔۔وقار بیٹا۔۔۔۔۔وقار۔۔۔۔۔۔وقار۔۔۔۔ چلو نکلو آئو باہر شاباش" میں ان کی آوازیں اَن سنی کرتا ہوا ویسے ہی بیٹھا رہا کہ اچانک انہیں کسی طرح سے میری بھنک پڑ گئے مگر مجھے اس چیز کا احساس تب ہوا جب وہ میرا کان پکڑ کر مجھے باہر نکال رہے تھے اور میں حیرت تکلیف کے ملے جلے تاثرات چہرے پر سجائے ان کے ساتھ ہی جھاڑی سے باہر نکل آیا۔ کچھ آگے لے جانے کے بعد انہوں نے کان چھوڑ کر مجھے اپنے سامنے کیا اور کہنے لگے۔

"دیکھا بد معاش۔۔۔ میں نے تمہیں پکڑ لیا ناں۔۔۔ بہت شرارتی ہو گئے ہو۔ دادی کی تو تم نے جان ہی نکال دی تھی۔ اگر کوئی سانپ یا جنگلی جانور کاٹ لیتا تو پھر؟ اگر گہرے پانی میں گر جاتے تو پھر۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ گہرا پانی نہیں بلکہ گہری دلدل ہے جو انسان زندہ نگل لیتی ہے۔ ارے اپنا نہ صحیح اپنے بڑھے دادا جان کا ہی خیال رکھ لو۔" جوں ہی انکی بات ختم ہوئی میں موقع پاتے ہی ان سے خود کو چھڑا کر وہاں سے فرار ہو گیا۔

"ارے ارے۔۔۔۔ وقار۔۔۔ تم پھر بھاگ رہے ہو۔۔۔ بد معاش۔۔۔۔ وقار رک جائو نہیں تو گم ہو جائو گے۔۔۔۔ بیٹا پلیز رک جائو۔" مجھے بھاگتا دیکھ کر انہوں نے بھی چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ مگر میں نے ایک بار پھر بے پرواہ ہو کر دوڑتے دوڑتے خوشی سے پاگل ہو کر اپنا راستہ بدلا اور بے غیر سوچے سمجھے ایک گندے کیچڑ والے پانی میں چھلانگ لگ دی۔ پتہ نہیں مجھے پر کون سی دھن سوار تھی۔ میں وہاں سے جلد از جلد دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر گندے پانی میں کودنے کے بعد احساس ہوا کے پانی میں مجھے بڑی بری طرح سے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے اور آن کی آن میں اس نے مجھے پوری قوت کے ساتھ اپنے وجود میں سمیٹنا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں دادا جان بھی تیز تیز چلتے ہوئے وہیں نکل آئے تھے۔ انہوں نے ایک بار پھر سے بد حواسی کے عالم میں چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ ہیلپ۔۔۔ ہیلپ پلیز کوئی میری مدد کرو میرا بیٹا ڈوب رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔" ان کو پریشان دیکھ کر مجھے بھی معاملے کی نزاکت کا احساس ہوا۔ ان کے ساتھ میں نے بھی چلانا شروع کر دیا۔

"بچائو بچائو۔۔۔ دادا جان پلیز مجھے بچالو۔۔ میں اندر ہی اندر دھنسا چلا جا رہا ہوں۔۔۔" میں نے زور زور ہاتھ پیر مار کر ایک پھنسے ہوئے شکار کر طرح بری طرح سے پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ مگر ہم دونوں کی چیخ وپکار اب کسی کام نہ آنے والی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر سے اندھیر چھانے لگا تھا۔ مجھے اپنی زندگی کا دیا معدم ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس خونی دلدل نے مجھے پوری طرح سے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر مجھے شاید موت کی دنیا میں پہنچا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس کے کمرے سے نکلتے ہی میں نے ایک گہرا سانس لیا اور تیزی کے ساتھ اپنے گزرے ہوئے حالات پر غور کرنے لگا کے مجھ سے کہاں غلطی ہوئی۔ یقیناً مجھ سے کہیں نہ کہیں بھول ضرور ہو رہی تھی۔ مگر کہاں پر؟ گزشتہ تمام واقعات کسی فلم کی طرح میرے

سامنے چلنے لگے۔ میں ان واقعات کے مختلف پہلوئوں پر غور کرنے لگا۔ مگر مجھے یوں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کمرے کا اکلوتا دروزہ ایک بار پھر سے کھلا اور اس بار ایک بڑی عمر کا تجربہ کار شخص اندر داخل ہوا۔ اس عمر یقیناً پینتیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں اور دائیں گال پر ایک کٹ کا نشان۔ ان نے اپنے بدن پر گندمی رنگت کا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کمرے کا دروازہ بغیر آواز کے ساتھ بند ہوا اور وہ میرے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر گہری مگر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو مسٹر قاسم! میرا نام علی رضا ہے اور میں مقامی سیکرٹ سروس سے ہوں۔ مجھے تمہاری شکایت ملی ہے کہ تم ہم سے تعاون نہیں کر رہے۔۔۔" اس نے نہایت دھیمے لہجے میں کہا مگر اس کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ اب بھی موجود تھی۔

"میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر لگتا ہے آپکی آفیسر کچھ زیادہ ہی گرم مزاج ہیں۔ ان کے سر پر تو خون سوار ہے یہ مجھے ہر صورت میں ڈیوڈ بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔۔۔۔"

"ان کے سخت رویئے کی میں معذرت چاہتا ہوں۔ دیکھیں انہیں یقیناً کوئی غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ غلط فہمی دور کر دیں تاکہ مزید پریشانی سے بچا جا سکے۔"

"دیکھیں وہ وہاں اس گاڑی میں جو کچھ بھی ہوا میں نے اپنی سیلف ڈیفنس میں کیا۔ میرا قطعاً مقصد کسی کو ہراساں کرنا یا تکلیف دینا نہیں تھا۔ وہ ایک حادثہ تھا اِن فیکٹ میں تو پوچھنا چاہتا ہوں کے آمنہ جہاں کے ماموں اس وقت کیسی حالت میں ہیں۔۔۔"

"جی وہ اس وقت آئی سی یو میں ہیں اور ان کی حالت یقیناً خطرے سے خالی نہیں ہیں۔۔۔۔"

"مجھے جان کر بے حد افسوس ہوا کہ حالت نازک ہے، دیکھیں دراصل آمنہ جہاں سے میری ملاقات جہاز پر ہی ہوئی تھی وہیں انہوں نے ضد کی کے میں کچھ وقت انکے اور انکے ماموں کے ساتھ گزاروں سو میں نے یہ آفر قبول کر لی۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ آگے چل کر اتنا سب کچھ ہو جائے گا۔ جس کی بظاہر تلافی کرنا بھی مشکل معلوم ہو رہا ہے۔"

"جی بالکل نہایت معقول بات کی ہے آپ نے، اچھا جو باتیں آپ نے جہاز میں آمنہ جہاں سے کیں۔۔۔۔ کیا آپ کو یاد ہیں؟"

"اس نے میری طرف ایک اور تیر پھینکا۔"

"جی بالکل یاد ہے آخر میں اپنے بارے میں کیسے بھول سکتا ہوں بائے دے وے آپ کو بھی مجھ پر شک ہے؟"

-"جی شک کرنا تو ہمارا کام ہے۔۔۔۔ اس کے بغیر ہماری نوکری خطرے میں پڑ جائے گی اور باس کہیں گے نکما ہے اس بالکل کام کرنا نہیں آتا۔۔۔۔۔۔۔۔" اس کی بات سن کر میں دھیرے سے مسکرا دیا۔

"کیا آپ اپنی کی ہوئی بات دہرائیں گے یا میں کچھ آپکو سنائوں۔۔۔۔"

"مثلاً آپ کس بارے میں جاننا چاہتے ہیں وہاں ڈھیر ساری باتیں ہوئیں تھیں۔"

"آپ نے جب اپنا تعارف کروایا تھا تو مس آمنہ جہاں کو کیا کہا تھا؟"۔

"جی میں نے یہی کہا تھا کہ میں ایک قطری شیخ باپ کا بیٹا ہوں اور میری ماں پاکستانی ہے۔ دونوں کے ملاپ سے میرا جنم ہوا تھا اور مجھے پاکستان سے بھی پیار ہے۔ اس کے علاوہ تو ادھر اُدھر کی باتیں ہی ہوتی رہی تھیں۔"

"جی بالکل ٹھیک کہا آپ نے وہ دراصل آمنہ جہاں صاحبہ کے پاس ٹیپ ریکارڈر تھا سو انہوں نے آپکی تمام گفتگو ریکارڈ کر لی تھی۔ آپ کے والد صاحب کا کیا نام ہے؟"

"جی ان کا نام شیخ عبدالرئوف ہے اور وہ قطر میں ایک تیل کا کاروبار کرتے ہیں۔۔۔"

"بالکل صحیح کہا اور آپ کے کتنے بہن بھائی ہیں۔۔۔"

جی میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا ہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"میری بات ختم ہوتے ہی اس کے چہرے پر ایک طنزیہ سے مسکراہٹ آئی" اور اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

"جانتے ہو یہ کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تمہاری موت کا ثبوت۔۔۔۔۔۔۔"

کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔۔۔۔۔"۔

۔"مطلب یہ کہ پچھلے سال تمہاری ایک کار ایکسیڈنٹ میں موت ہو گئی تھی۔ تم ایک اپنی گاڑی میں اپنے گھر سے اپنے آفس جا رہے تھے کہ راستے میں ایک تیز رفتار ٹرک نے تمہاری گاڑی کو بری طرح سے کچل دیا تھا۔ تم موقع پر مارے گئے تھے اور تمہاری گاڑی بری طرح سے پچک گئی تھی۔۔۔۔۔۔"یہ انکشاف میری اوپر کسی بم شل سے کم نہیں تھا یہ حقیقت مجھے معلوم تھی مگر ایرانی جاسوسوں کی اسقدر پھرتی دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی تھی۔ مجھے واقعی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ لوگ اتنے جلدی میری جنم کنڈلی بھی نکال لیں گے۔ اس کے چہرے سے یکلخت مسکراہٹ غائب ہو گئی اور وہ مجھے گہری تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے وہ لفافہ کھول کر اس میں سے ایک کاغذ نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا وہ قطری حکومت کی جانب جاری کیا ہوا میری موت کی تصدیق کا سرکاری کاغذ تھا۔ اس پر شیخ قاسم کی ایک پرانی تصویر تھی اور اس کے نیچے انگریزی زبان میں واضح لکھا ہوا تھا کہ میری موت گزشتہ برس ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ہوئی تھی۔ اس نے حیرت انگیز طور پر مجھے میرے ٹریپ میں پھنسا دیا تھا۔

"تو مسٹر نامعلوم اس سرکاری کاغذ سے یہ چیز تو ثابت ہو گئی کہ تم قاسم شیخ نہیں بلکہ اس کے میک اَپ میں کوئی اور ہو۔ اب تم کون ہو اس کا جواب تم خود دو گے۔۔۔"اس بار اس لہجہ کافی کرخت تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اب میری گیم ختم ہو چکی ہے۔ اس نے مجھے واقعی چیک میٹ کر دیا تھا۔ اب سوائے قبول کرنے کے میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے یکدم سے اپنی کوٹ کی ایک

جیب سے ایک ریوالور نکال لیا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس نے میرے قریب آ کر مجھے میرے تھوڑی سے زور سے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور وہی ریوالور میرے منہ ڈال کر گرج دار آواز میں کہنے لگا۔

"اب تم شرافت سے اپنی زبان کھولو گے نہیں تو تمہاری زندگی کی یہ آخری شام ہو گی۔ صاف صاف سب کچھ بتا دو کے تم کون ہو اور پاکستان کیا کرنے گئے تھے۔ ورنہ تمہاری ایسی چمڑی ادھیڑوں گا کہ تمہارا اپنا باپ بھی تمہیں نہیں پہچان سکے گا۔۔۔ سمجھے۔۔۔ یو بلڈی فول دھوکہ دیتے ہو۔۔۔۔۔۔" اس کی آنکھیں میری آنکھوں میں گڑھی ہوئی تھیں اور آگے آنے والے سارے پَل میرے لئے پتہ نہیں انجان ہنگامے اپنے ساتھ لا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مجھے یاد نہیں کہ میری بے ہوشی کے دوران کیا کیا ہوتا رہا اور میں کب تک بے سدھ رہا، بس میرے ذہن پر اندھیرے کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی۔ وہ اندھیرا بہت گہرا اور لامتناہی تھا اس کی وسعتوں کا اندازہ کرنا میرے بس میں نہیں، وہ ایک عجیب کیف تھا ایک پر اسرار سرور تھا جس میں میں نہ چاہتے ہوئے بھی جھوم رہا تھا۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں ایک تاریک وادی میں اتر گیا ہوں جہاں ہر پل موت اپنی بانہیں کھولے میرا انتظار کر رہی تھی۔ اب آئی کہ تب آئی نہ جانے کب آئی اور پھر آ کر مجھے اپنی آغوش میں سمیٹ لے گی۔ میں وقار علی جان پورے یقین سے یہ بات بیان کر رہا ہوں کہ مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا بلکہ موت تو میری محبوبہ ہے۔ اسے گلے لگ کر دنیا کی ان رنگینوں کو خیر باد کہنا ہی میری زندگی کی خواہش تھی، ہے اور رہے گی۔ مگر خواہش رکھنا ایک بات ہے اس کا مزہ چکھنا ایک اور بات۔ اگر اسے امتحان کہتے ہیں تو اس کا ذائقہ تو میں کئی بار چکھ چکا ہوں، اس کی لذت کا لطف میں کئی بار پا چکا ہوں۔ اے تاریک وادی کی موت آ جا مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لے مجھے اب مزید انتظار مت کروا، آ جا میرے وجود سے لگ جا۔ تیری سانسوں کے ساتھ میری سانسیں ملیں اور میرے وجود میں اتر کر میری روح کو مجھ سے الگ کر دے تاکہ میں جو اپنے دل میں تیری جستجو لئے اپنی عمر کاٹ رہا ہوں ہر پل تڑپ رہا ہوں ہر پل سسک رہا ہوں اس سے مجھے ہمیشہ کے لئے آزادی مل جائے۔ نہ جانے میں کن جذبات میں بہے چلے جا رہا تھا۔ کہاں اور کس دنیا میں تھا معلوم نہیں۔ پھر وہ وقت آیا جب میں سیاہ وادی کی سرحد پار کر کے آہستہ آہستہ شعور کی دہلیز پر قدم رکھنے لگا۔ وہ وقت کتنا طویل تھا کہ جب میں سیاہ وادی میں بھٹکتا رہا اس کا تعین کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہ وقت کا وہ حصہ تھا جب میں شعور کی رمق سے بے نیاز زندگی اور موت کی کشمکش میں الجھتا رہا۔ ان کیفیات کو پوری طرح سمیٹنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ البتہ ان احساسات کی ترجمانی میں الفاظ کی صورت میں کر دی تاکہ آپ لوگ اسے جو معنی پہنانا چاہیں پہنا دیں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ جذب و مستی کی ایسی کیفیت تھی جس کا اظہار پوری طرح سے ممکن نہیں۔

شعور کی دہلیز پر پہنچتے ہی میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایک ستارہ سا چمکا جو رفتہ رفتہ اپنی ہیئت تبدیل کرتے ہوئے اپنی اصل حیثیت سے مزید بڑا اور روشن ہوتا چلا گیا۔ اندھیرے کی تہہ آہستہ آہستہ میرے ذہن سے علیحدہ ہوتے ہوئے روشنی کی ایک نئی تہہ کو میرے ذہن میں اپنی جگہ دیتی چلی گئی۔ جوں جوں میرا شعور بیدار ہونے لگا ویسے ویسے میں اپنے آپ کو پہچاننے لگا۔ اس کے بعد جس خیال نے سب سے پہلے میرے لاشعور کے دروازے پر دستک دی وہ میرے خالق کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں اس سے جڑے دیگر خیالات بھی مضبوطی سے اپنی جگہ بناتے چلے گئے کہ میرا رب ایک ہے اسی نے مجھے جنم دیا اور بطور مسلمان میرا یہی عقیدہ ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں اور اس کے سوا کسی کو بھی اپنے قریب نہ بھٹکنے دوں۔ وہی میرا معبود برحق ہے، صرف وہی ہے جو مجھے رزق دیتا ہے اور صرف وہی ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس اعتبار سے میں جو کچھ بھی ہوں صرف اسی کا محتاج اور اسی کے در پر سوالی ہوں۔ جب میرے لاشعور نے مجھ پر میرا عقیدہ واضح کیا تو میں نے بے اختیار اپنے رب کر شکر ادا کیا کہ اس نے میری تخلیق کی اور اپنا ایک بندہ بنایا۔ مجھے ایسا سکون ملا جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ جان کی بہت اطمنان ہوا کہ میں مسلمان ہوں اور بطور مسلمان میرا ایمان ہے کہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کروں۔ اگر اس نے میری زندگی رکھی ہے تو وہ ضرور مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا تھا اور اس میں ضرور اس کی کوئی مصلیحت ہو گی۔ وہی جانتا تھا کہ وہ مجھ پر کیا احسان کرنے والا تھا اور مجھ سے خود اس نے کیا کام لینا تھا۔

اس کے بعد جو دوسرا خیال میرے لاشعور سے عود کر میرے دماغ کی اسکرین پر آیا وہ میری دھرتی ماں پاکستان کا تھا، وہی تو ہے میرا اصل عشق، میرا جنون، میری دیوانگی، میں مر تو سکتا ہوں مگر اپنے پیارے پاکستان پر کوئی آنچ نہیں آنے دے سکتا۔ پاکستان میری زندگی کا مقصد، میرا ایمان میرا سب کچھ جس کے بغیر میری زندگی ادھوری تھی، میں ادھورا تھا میری روح پیاسی تھی۔ وہ زندگی ہی کیا جس میں مقصد نہ ہو یا وہ کسی بھی مقصد یا مشن سے خالی ہو۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اس دنیا میں کوئی مقصد نہیں اس یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ وہ یہاں آیا ہی کیوں؟ اگر بھارتی فلمیں اور گانے سن کر ہی اس دنیا سے چلے جانا ہے تو پھر اسے اپنی عقل و دانش پر ماتم ضرور کرنا چاہیے۔ میرا مقصد تو میری روائید شروع ہوتے ہی آپ پر واضح ہو گیا تھا اور وہ ہے پاکستان جو لامحدود جذبے، جرات، بہادری اور تڑپ کا نام ہے۔ یہ میرے وجود میں اک روح کی مانند ہے کوئی لاکھ سر پیٹھ لے مگر مجھے میرے مقصد سے دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ کے سامنے آپ کی زندگی کا مقصد واضح ہو تو پھر وہ مقصد وقت کے ساتھ ساتھ پیار میں تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر وہی پیار کچھ اور پختہ ہو کر دیوانگی میں بدل جاتا ہے۔ جب وہی دیوانگی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہوتی ہے تو انسان مدہوش ہو جاتا ہے اور پھر اسی مدہوشی کے عالم میں کیا جانے والا رقص انسان کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کا سامان فراہم کرتا ہے اور آدمی کے ہاتھوں سے پھرنا ممکن بھی ممکن ہونے لگتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا اور جب ہوا تو پھر ٹوٹ کر ہوا۔ پھر جب انسان کسی چیز کو ٹوٹ کر چاہے تو وہ چیز پلٹ کر اسے بھی وہ سب کچھ دیتی ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

خیالات کی رو میں بہہ کر ایک اور خیال نے مجھے پھر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ یہ تھا کہ دھرتی ماں نے میرے ذمے ایک ایسا کام لگایا ہوا ہے جس کو انجام دیتے ہوئے میں شعور کی سرحد کو عبور کرتا ہوا تاریک وادی میں اتر گیا تھا اور پھر اب میں رفتہ رفتہ واپس شعور کی دہلیز سے ہوتا ہوا اپنی یاداشت کو بحال کرتا ہوا زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لے اس وقت جو لبادہ میں نے اوڑھ رکھا تھا اب مجھے اس کی باتیں یاد آنے لگی تھی۔ مجھے جو کردار نبھانے کے لئے دیا گیا تھا اب مجھے اس کی باتیں یاد آنے لگی تھیں۔ وہ توباتوں کا ایکپر میں گلاب کے پھول کی مدد سے ایک خاموش تحریر کو ڈالفاظ میں ٹشو پیپر پر لکھی تھی اور پھر اسے میں نے اپنے رائج طریقہ کار کے مطابق کوڑے دان میں پھینک دیا تھا۔ مگر اچانک وہیں پر میری مڈھ بھیڑ نا معلوم افراد سے ہو گئی تھی جنہوں نے مجھے تھوڑی سی محنت کے بعد دھر لیا تھا اور جو آخری تاثر یا خیال میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ میں بری طرح سے پکڑا گیا ہوں اور اب بہت نقصان ہو سکتا تھا۔

وہ نا معلوم حملہ آور جو کوئی بھی تھے انہیں ایک تو میری جان عزیز تھی اور دوسرا میں خود، اس بات کا خیال از خود ہی میرے دماغ میں اس لئے آیا تھا کیونکہ میں اب تک زندہ تھا اور یہی وہ سب سے بڑی دلیل تھی جس کی بنا پر میں نے یہ رائے قائم کی تھی۔ میرے حملہ آور کون تھے اور انہوں نے میرے ساتھ میری بے ہوشی کے دوران کیا سلوک کیا تھا اس بات کو جاننے کے لئے ضروری تھا کہ میں اپنی آنکھیں کھول کر اپنے گردوپیش کا جائزہ لوں۔ مجھے خود پر اتنا بھروسہ ضرور تھا کہ حالات جو بھی ہوں میں ان پر قابو پالوں گا۔

آنکھیں کھولنے کا ارادہ کرتے ہی میرے سر میں درد کی ایک شدید لہر نے انگڑائی لی اور میں تکلیف کی شدت سے ہلکا سا کراہ اٹھا۔ میں نے بلا اختیار آنکھیں کھولنے کی کوشش کی جو بری طرح سے ناکام ثابت ہوئی کیونکہ میری آنکھیں عجیب حیرت انگیز طور پر بھاری معلوم ہو رہی تھیں، ان کا وزن غیر معمولی طور پر زیادہ معلوم ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شدید انداز میں دکھ بھی رہی تھیں۔ لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور کوشش کرتا رہا لیکن میری آنکھیں تھیں کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں عجیب بے بسی تھی۔ مجھے اس معاملے میں کافی حیرت بھی ہوئی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ کیا کہیں اس دوران میری بینائی تو ضائع نہیں ہو گئی تھی؟ کیا میں واقعی اب دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا؟ لیکن اگر ایسا نہیں تھا تو میری آنکھیں کیوں نہیں کھل رہی تھیں؟ بہت سوچ بچار کے باوجود بھی مجھے کوئی وجہ سمجھ نہ آئی لیکن میں درد کے باوجود برابر کوشش کرتا رہا کیونکہ خدا کی امید سے میں کبھی بھی مایوس نہیں ہوا تھا۔ پہلے صرف سر میں درد تھا اب آنکھوں کے درد نے بھی اپنا حصہ ڈال دیا تھا۔ اس دوران مجھے دور کہیں سے ڈول بجنے کی آواز آنے لگی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کچھ لوگ مجھے اٹھا کر کہیں لے جا رہے ہوں۔ مجھے تھوڑی مزید حیرت ہوئی اور دل میں سوال پیدا ہوا کہ مجھے جو لوگ اٹھا کر لے جا رہے ہیں وہاں ڈھول کیوں بج رہا تھا؟ وہ لوگ یقیناً میرے اغوا کرنے والے ہی ہونگے اور مہذب دنیا کے رہنے والے ہونگے اور اکیسویں صدی میں ڈول وغیرہ کا تصور کچھ عجیب بھی تھا اور میرے لئے قدرے حیرت کا باعث بھی۔ پھر خیال آیا کہ کہیں میں کسی خواب کی حالت میں تو نہیں ہوں؟ مگر اپنے جسم کو جو ہچکولے اور جھٹکے لگ رہے

تھے وہ مجھے حقیقت کے ہونے کا پتہ دے رہے تھے۔ میں نے تھوڑی سوچ بچار کے بعد خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ جو ہونا تھا تو وہ ہو جائے کیونکہ فل الحال تو میں بے بس تھا۔ اوپر والا مجھے جہاں لے جائے اس کے آسرے پر چلا جائوں گا اور موقعہ ملتے ہی کوئی مزید جدوجہد کروں گا۔

نہ جانے کتنی دیر وہ لوگ مجھے یوں ہی اٹھائے چلتے رہے، وقت کی کمان اب ان کے ہاتھ میں تھی اب میں انہی کے ہی سپرد تھا اور اب اگر وہ چاہتے تو مجھ پر وقت کو بھاری کر سکتے تھے۔ فل الحال تو قدرت ان پر ہر لحاظ سے مہربان دکھائی دیتی تھی۔۔۔۔

میں تو مجبور اور بے بس تھا۔ جو شخص اپنی آنکھ بھی انتہائی کوشش کے بعد کھول نہ پا رہا ہو تو وہ سوائے اپنے رب کی رحمت کے اور کس کی مدد و نصرت کا طلب گار ہو گا۔ اس یقین کے پختہ ہونے کے بعد میں نے پکا فیصلہ کر لیا تھا کہ اب خود کو میں ان بے رحم موجوں کے حوالے کر دوں وہ مجھے جہاں چاہیں بہا کے لے جائیں۔ مجھے کچھ اچھی طرح سے یاد نہیں کہ ان کے چلنے کا عمل کب تک جاری رہا اور پھر اچانک انہوں نے مجھے لے جا کر ایک جگہ کچی زمین پر گرا دیا۔ بلکہ گرا کیا دیا اگر میں یہ کہوں کے بری طرح سے پٹخ دیا تو بے جا نہ ہو گا۔ اس دوران ڈھول کے آواز برابر میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی بس فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ آواز بہت قریب سے آ رہی تھی۔ جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی ڈول بجانے والے کے بہت ہی پاس ہوں۔

ایک بات جو قابل غور تھی وہ یہ کہ اس تمام عرصہ میں مجھے کوئی انسانی آواز سنائی نہ دی۔ خلاف توقع جو لوگ مجھے اغوا کر کے کسی ایسی جگہ پر لائے تھے جس کے پاس ڈھول بج رہا تھا وہ سب کے سب یا تو گونگے تھے یا پھر جان بوجھ کر کسی خاص مصلحت کے تحت کوئی بات چیت نہیں کر رہے تھے۔ ایسا کیوں تھا اس کا مجھ پر جلد ہی انکشاف ہونے والا تھا۔ اس سے قبل مجھے یہ اندازہ لگانے میں کافی دقت ہو رہی تھی اور میں کوئی خاص رائے قائم کرنے میں ناکام ہو رہا تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں اور یہ اندازہ لگانا بھی میرے لئے فل الحال مشکل تھا کہ ابھی میرے ساتھ کیا ہونے جا رہا تھا۔

مجھے اس بے دردی سے پٹخنے کی وجہ سے ایک کام تو یہ ہوا کہ میرے پورے جسم میں درد کی شدید لہر اٹھی اور اس نے مجھے بری طرح سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مجھے اپنے وجود کا جوڑ جوڑ بری طرح سے بکھرتا ہوا محسوس ہوا ہوا میں صبر و استقامت سے سب کچھ اپنا امتحان جان کر برداشت کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اس اثناء میں ایک اور کام جو غیر ارادی طور پر ہوا وہ یہ تھا کہ میری تھوڑی سی آنکھیں کھل گئیں اور حیرت انگیز طور پر ان سے بھاری پن بھی ختم ہو گیا تھا۔ جو مجھے پہلے شدت سے محسوس ہو رہا تھا میں نے کوشش کر کے اس بار مکمل طور پر اپنی آنکھیں کھول لیں اور بغیر کسی دقت کے یہ سب کچھ ہو گیا۔ آنکھیں کھلتے ہی اس سے قبل کے مجھ پر گردوپیش کے حالات واضح ہوتے ان افراد نے مجھے انتہائی بے دردی سے ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا کیا اور پھر میرے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ کھول کر دو ستونوں کے ساتھ رسی کی مدد سے باندھ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ اس سے قبل کے میں اپنے سہارا

پر کھڑا ہو تا لڑ کھڑا کر نیچے گرنے ہی لگا تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی نے اپنے آہنی ہاتھوں میں تھام کر میری گردن میں ایک اور رسی کا پھندا ڈالا اور پھر اس سرے کو دو ستونوں کے اوپر موجود ایک راڈ کے کیساتھ خوب اچھی طرح سے کس کر باندھ دیا۔۔۔۔

آنکھیں کھلنے میں تو کامیابی ہو گئی تھی مگر منظر ابھی تا حال دھندلا ہی تھا مجھے کچھ انسانی ہیولے نظر آرہے تھے۔ منظر غیر واضح اور مبہم تھا البتہ ڈھول بدستور بج رہا تھا بلکہ اب تو اس میں شدت آگئی تھی اور وہ ایک خاص طرز پر بجایا جا رہا تھا جو میرے لئے بالکل نیا تھا میں نے اس سے قبل اس طرز کو کبھی نہیں سنا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنے آپ کو چھڑوانے کی لاشعوری جدوجہد کیوں ناں کی ممکن تھا اگر کچھ کرتا تو شاید کچھ نیا ہو سکتا تھا مگر اگر کسی کی بینائی ہی ٹھیک طرح سے کام نہ کر رہی ہو تو تھوڑی دقت تو ضرور ہو گی بالکل ایسی ہی دقت کا سامنا میں نے بھی کیا لیکن اگر میں یہ کہوں کہ نہ جانے کیوں میرے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا جو ہو رہا تھا اس میں میرا اختیار شامل نہیں تھا میری لاکھ کوشش کے باوجود بھی اپنے اوپر ہونے والے تمام اقدامات کو روک نہیں پا رہا تھا۔ اندر سے جس قوت اور طاقت کی ضرورت تھی میں اس میں کمی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ معلوم نہیں ایسا کیوں تھا مگر ایسا ہی تھا جیسے میں نے بیان کیا۔

مجھے مکمل طور پر مفلوج کرنے کے بعد وہ نامعلوم افراد مجھ سے دور ہو گئے۔ جو بھی کچھ ہو رہا تھا وہ میری مرضی اور خواہش کے بغیر ہو رہا تھا اور جب ایسی حالت ہو تو انسان دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ مگر مجھے اپنی قوت ارادی کو بحال کرنا تھا مجھے اپنی بینائی کو جلد از جلد واپس لانے کے لئے کوشش اور محنت کرنی تھی۔ مجھے ناکامی جیسے لفظ شدید چڑ تھی اور میں اسے اپنی لغت میں رکھنے کا قائل نہیں تھا۔ عزت ذلت دینا میرے رب کے اختیار میں تھا لیکن کوشش کرنا میرے اختیار میں تھا اور وہ مجھے کرتے رہنا تھی اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں تھا۔

میں نے اعصاب اور جذبات پر قابو پا کر اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولنا شروع کیں۔ یہ عمل میں نے دو تین دفعہ دہرایا تو مجھے فائدہ ہونے لگا میری بینائی کے سامنے چھائی ہوئی دھند چھٹنے لگی اور مجھ پر سامنے کا منظر واضح ہونے لگا۔ پھر وہ وقت بھی آگیا کہ جب میں اپنے گردو پیش کو مکمل طور پر دیکھ سکوں تو اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے نیم برہنہ حبشیوں کو کھڑے ہوئے پایا جنہوں نے اپنے جسموں پر جنگلی پتے لپیٹ رکھے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی تعداد عورتوں، بچوں اور دیگر لوگوں کی تھی یہ ایک وسیع و عریض میدان تھا جس کے عین وسعت میں ایک شخص ایک بہت بڑے ڈھول کے اوپر کھڑا اسے بے دردی سے پیٹ رہا تھا۔

ایک طرف ایک بڑے سے چبوترے کے اوپر ان کا حبشی سردار بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے حبشی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ رات کا نہ معلوم کون سا پہر تھا میں اس کا اندازہ ٹھیک طرح سے نہ کر سکا۔ جگہ جگہ بڑے بڑے الاؤ جلے ہوئے تھے جن کی روشنی سے سارا گردو پیش روشن تھا۔ جبکہ چاروں طرف گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر سردار کے سامنے

موجود سارے حبشی ایک دم سے سجدہ کی حالت سے اٹھے اور پھر انہوں نے بری طرح سے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اسی اچھل کود کے دوران انہوں نے اپنی مقامی زبان میں نعرے بازی بھی شروع کر دی جسے میں فی الوقت کوئی مفہوم پہنانے کے قابل نہیں تھا اور نہ ہی مجھے ان کی حرکات وسکنات دیکھ کر کچھ سمجھ آ رہی تھی کہ اس کا کیا مطلب تھا۔ خیر اب جو ہو رہا تھا اسے ایک کھیل تماشے کی حیثیت سے دیکھ کر لطف اندوز ہونا کا ارادہ کر کے میں اسے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

اکیسویں صدی میں ان عجوبوں کو دیکھ کر بہت لطف محسوس ہو رہا تھا۔ آج تک قصے کہانیوں میں ہی انہیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا مگر حقیقت میں اس کا نظارہ میری زندگی میں پہلی بار ہو رہا تھا۔ مجھے ان عجوبوں کو دیکھ کر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس اچھل کود سے ان کو کس قسم کی ذہن تازگی ملتی ہوگی۔ ڈھول اسی رفتار سے جاری تھا اور اب تو باقاعدہ نعرے بازی کے ساتھ رقص بھی شروع ہو گیا تھا۔ تمام حبشی جوانوں نے بڑھ چڑھ کر رقص میں حصہ لیا۔ وہ رقص کیا تھا؟ ایک بے ہنگم نیم برہنہ جسموں کا ایک عجیب و غریب اچھل کود اور نعرے بازی تھی۔ معلوم نہیں یہ کس خوشی کا وہ جشن منایا جا رہا تھا بظاہر وہ تاثر مجھے وہ یہی دے رہے تھے کہ انہوں نے مجھے اپنے کسی دیوتا یا شیطان کے نام پر بلیدان کرنا تھا۔۔۔۔!

دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری آنکھوں کے سامنے ایک جنگلی جانور لائے اور پھر اسے ایک جنگلی نے اس کی شہ رگ پر دانت گھاڑ کر اسے کاٹ دیا۔ وہ جانور بری طرح سے چیخنے چلانے لگا اس کی گردن سے خون کا ایک فوارہ پھوٹا ہی تھا کہ ان جنگلیوں نے اس کے خون کے سامنے ایک برتن رکھ دیا۔ سارے خون پوری رفتار کے ساتھ اس کے جسم سے نکل کر اس برتن میں گرنے لگا۔ کاٹنے کا کوئی مخصوص طریقہ تھا جس کی وجہ سے خون زیادہ جگہ سے نہ نکلا بلکہ ایک ہی جگہ سے نکلتے ہوئے ٹھیک اس برتن کے اوپر گر رہا تھا۔ بظاہر یہ ایک جنگلی پن کا مظاہرہ لگ رہا تھا مگر اس میں بھی ایک خاص مہارت تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ مٹی کے برتن میں سارا خون تو نہ جمع کر سکے البتہ جتنا ہو سکا وہ انہوں نے کر لیا۔ پھر ان میں سے ایک جنگلی نے آگے بڑھ کر وہ برتن اٹھایا اور پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں میں سجائے اپنے سردار کی طرف بڑھنے لگا۔

لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہ کچھ دیر میں سردار کے پاس پہنچا اور اس نے سردار کو وہ خون پیش کر دیا۔ آن کی آن میں سردار کو اچانک ایک دورہ پڑا اور پھر اس نے وہ برتن اپنے پیاسے ہونٹوں کو لگا لیا اور پھر اس کے سامنے موجود تمام جنگلیوں سے زیادہ جنگلی ہونے کا مظاہرہ کرتے ہوئے غٹاغٹ وہ سارا خون پی لیا۔ اس کے پینے کا انداز اس کا بھونڈا تھا کہ سارا خون نیچے زمین پر اس کے نیم ننگے بدن پر گرتا ہوا نیچے بہہ گیا۔ جو سردار کے دائیں بائیں جنگلی عورتیں تھیں انہوں نے بھی اسی قسم کے جنگلی ہونے کا مظاہرہ کیا اور سردار کے پاس موجود زمین سے اس کے بدن سے چاٹ چاٹ کر سارا خون پینے لگیں۔ خون تو وہ کیا پیتیں ساری مٹی کھا رہی تھی اور خون کے چند ہی قطرے ان کے حلق میں اترے ہونگے۔

پورا مٹی کا برتن چاٹنے کے بعد نہ جانے سردار پر کیا آفت ٹوٹی کہ اس نے برتن ایک طرف پھینکا اور وہ بھی دوڑتا ہوا دیگر رقص کرنے والے جنگلیوں کے ساتھ رقص میں شامل ہو گیا۔ وہ جھولتا ہوا ان کے پاس پہنچا تھا اور اس کی حالت دیکھ کر لگتا تھا کہ جنگلی جانور کے خون پینے کے بعد اس پر نشہ سوار ہو گیا تھا۔ وہ جو کچھ ہو رہا تھا مجھ سے بے نیاز ہو کر ہو رہا تھا پھر میری بلا سے جو ہو رہا تھا وہ ہو تا رہے۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی بس وہ جو ہو رہا تھا وہ ہو تا رہے، میں بس اسے سکون سے دیکھ رہا تھا۔

اگر مجھے ان کی ذہنی حالت پر پہلے کوئی شک وشبہ تھا تو وہ اب دور ہو گیا مگر ان جنونی کیفیات کا اطلاق ان قریب مجھ پر بھی ہو سکتا تھا۔ جسے روکنے کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر کرنا بہت ضروری تھا اور اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ مستقبل میں میرے ساتھ جو بھی کچھ کرنے والے تھے اس سے بچنے کے لئے مجھے ان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہاتھ میں لینا ضروری تھا جس سے مجھ پر پیش آنے والے حالات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ یہ خیال آتے ہی میں ان کی تمام حرکات وسکنات کا بغور جائزہ لینے لگا جس سے ایک بات تو بڑی واضح تھی کہ یہ لوگ نہ صرف مکمل جاہل بلکہ جنگلی بھی ہیں لہذا ان سے بات چیت تو بالکل ممکن نہیں تھی جو ہماری مہذب دنیا کا خاصہ ہے۔

وہ لوگ ایک تو اپنے جنون کے آخری حد میں تھے اسی وجہ سے بحث کرنا اور وہ جو کر رہے ہیں اس انہیں روکنا یا اپنے حق میں مقدمہ لڑنا نا ممکن تھا۔ اب دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں کہ وہ خدا ان کے دل میں لئے رحم کا جذبہ پیدا کر دے یا دوسرا کوئی اور میری مدد کو آجائے اس کے علاوہ بظاہر مجھے کوئی تیسری کوئی صورت دکھائی دے رہی تھی۔ یا اگر تھی تو میرا رب ہی اس پر مجھے واضح کر سکتا تھا فی الحال میں اس کی حکمت سمجھنے سے قاسر تھا لیکن میں اس سے مایوس ہر گز نہیں تھا جو بھی کچھ اس نے سوچا ہو گا وہ میرے لئے یقیناً بہترین تھا۔

جنگلی حبشیوں کا سردار کچھ دیر یوں ہی بے ہنگم رقص کرتا رہا پھر وہ دوبارہ مجہولوں کی طرح جھولتا ہوا دوبارہ اپنے مخصوص اونچے چبوترے پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر وہ یوں ہی خالی خالی نظروں سے پورے ماحول کو دیکھتا رہا پھر یک بیک اس نے تین بار مخصوص انداز میں تالی بجائی تو ایک دم سے ڈھول پیٹنا بند ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ رقص کرتے ہوئے حبشی بھی رک گئے اور پھر انہوں نے سردار کی طرف منہ کرتے ہوئے اپنے اپنے سر جھکا کر انتہائی احترام کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

انہیں اپنے سامنے جھکتا دیکھ کر سردار کا سینہ مزید چوڑا ہو گیا اور اس نے زور زور چیختے ہوئے مقامی زبان میں کچھ کہنا شروع کر دیا تو سب لوگ میری جانب متوجہ ہو گئے پھر ان میں سے ایک شخص تیز تیز چلتا ہوا میرے پاس آیا پھر اس نے زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مجھ پر پھینکنا شروع کر دی۔ اس کے بعد وہ واپس مڑا اور اپنے پیچھے موجود جنگلی جانور کی کھال ادھیڑنا شروع کر دی۔ آن کی آن میں وہ جانور اپنے ظاہر کپڑوں سے محروم ہو گیا پھر اس نے جانور کو واپس زمین پر پھینکا اور وہ کھال لئے تیز تیز چلتا ہوا میری جانب بڑھنے لگا۔

میرے پاس آکر چند گز کے فاصلے پر اس بلند آواز سے کسی نامعلوم زبان میں ورد کرنا شروع کر دیا اس کے ہونٹ تیزی سے چل رہے تھے پھر کچھ ہی دیر میں اس وہ ورد بھی تمام ہوا اور پھر وہ اپنی خونی نظروں سے مجھے گھورتا ہوا میری پشت پر آیا پھر اس نے وہ کھال مجھے پہنا دی۔ اس کے بعد وہ واپس پلٹا اور پھر وہ دوبارہ میرے سامنے آکر ایک بار پھر سے زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مجھے پھینکنے لگا اور ساتھ ساتھ وہ تیزی سے کوئی ورد بھی کرتا جا رہا تھا۔ جو ظاہر ہے میرے اوپر سے ہی گزر رہا تھا ابھی اس کا یہ عمل جاری تھا کہ اسے دیکھ کر سب حبشیوں میں یک بیک بجلی عود آئی اور انہوں ایک بار پھر سے دائرہ بنا کر رقص کرنا شروع کر دیا۔

معلوم نہیں کہ رقص ان کا محبوب مشغلہ تھا یا پھر وہ مجھے کوئی اعزاز بخش رہے تھے یہ بات کسی بھی طرح سے میرے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ مجھے اتنی عزت دینی تھی تو مجھے یوں باندھ کیوں رکھا تھا؟ اگر باندھا تھا تو یقیناً مجھے کسی کے آگے قربانی کے لئے پیش کرنا تھا اور اسی جانور جیسا حال میرا بھی لکھا تھا تو یہ نہایت ہی بھیانک انجام تھا۔ جسے میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ مگر کرتا تو کیا کرتا؟ اس وقت تھا جو میں ان کے رحم و کرم پر۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈھول ایک بار پھر سے شروع ہو گیا اور ان کا رقص بھی پورے عروج پر تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے گرد ایک لمبا سا دائرہ بنا لیا اور اپنے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر جھومنے لگے۔ البتہ جو حبشی میرے اوپر مٹی پھینک رہا تھا وہ اس دوران مردہ جانور کا گوشت میرے سامنے لے آیا اور پھر اسے زمین پر پھینک کر میرے گرد زمین پر ایک لکڑی کی مدد سے ایک دائرہ بنا لیا اور پھر اس دائرے کے اندر اتر کر اس نے اس جانور کے ٹپکنے والے خون سے ایک اور نیم دائرہ بنایا اور پھر مردہ جانور کو میرے بالکل پاس لا کر میرے قدموں میں پھینکا اور خود وہ دائرے سے باہر نکل گیا۔

اس سارے عمل کے بعد اس نے بلند آواز سے ایک بار پھر کسی چیز کا ورد کرنا شروع کر دیا نہ جانے وہ کون سے شیطانی الفاظ اپنی زبان سے ادا کر رہا تھا مگر اس بار وہ الفاظ تو جیسے میرے وجود کو آرپار پستول سے نکلی گولیوں کی طرح چھلنی کرتے جا رہے تھے۔ اس کا ہر ہر لفظ چن چن کر میری روح کو زخمی کرتا جا رہا تھا اس خطرناک حملے کا نہ تو میرے پاس کوئی توڑ تھا اور نہ ہی میری اس حوالے سے کوئی ٹریننگ ہوئی تھی۔ مجھے تو لڑنے بھڑنے کی ہی ٹریننگ دی گئی تھی اور اپنے آپ کو کس طرح مشکل سے نکالنا ہے یہ سب کچھ میرے دماغ میں فیڈ تھا۔ پھر اسی دماغ کی ہدایات پر ہی میرا دماغ عمل کرتا تھا۔

مگر اس وقت تو نہ جانے کون سی آفت مجھ پر ٹوٹ پڑی تھی، زندگی میں حقیقتاً میں نے اپنی زندگی میں کسی شیطانی عمل کے بارے میں نہ سوچا تھا اور اب میری جسم میں جو تکلیف ہو رہی تھی اسے بیان کرنا ایک بار پھر میرے لئے محال تھا۔ اس کے دیکھا دیکھی باقی افراد نے بھی بلند آواز سے انہی کلمات کو دہرانا شروع کر دیا۔ سسپنس اور تھرل میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا الفاظ کا شور اور ساتھ میں ڈھول کی شیطانی آواز نے میرے ذہن کو بالکل ماؤف کر دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔ وقت نے اپنی چال ایک بار پھر سست کر دی تھی اور اس ہولناک منظر کو میری نظروں کے سامنے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید کر دیا۔

مجھے کچھ خیال نہیں تھا کہ اگلے پل مجھ پر کیا بیتے گی لیکن دل ہی دل میں میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا تھا اور خود کو میں پہلے ہی اپنے رب کے حوالے کر چکا تھا شاید اس وقت وہی میرا اکلوتا مددگار تھا وہ چاہتا تو سب کچھ بدل سکتا تھا اسے کتنی دیر لگتی تھی۔ ایک دم سے آسمان پر تیز آسمانی بجلی چمکی اور اس کا شعلہ پوری قوت سے میری جانب لپکا اور دوسرے ہی لمحے میں پوری طرح سے اس آسمانی بجلی کی زد میں آ گیا۔ یہ ناقابل یقین اور ناقابل بیان منظر تھا جو خود مجھ پر بیت رہا تھا یہ کافی حیران کن تھا۔

پھر آن کی آن میں میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں بری طرح سے تڑپتا ہوا اپنے آپ کو مچلتے ہوئے رسیوں سے چھڑوانے لگا مگر شاید اب دیر ہو چکی تو حالت میری سوچ سے کہیں آگے بڑھ گئے تھے۔ میرا وجود بری طرح سے جل رہا تھا اور آگ کے شعلوں نے مکمل طور پر مجھے جکڑ لیا تھا۔ میں لاشعوری طور پر اپنے آپ کو بچانے کے لئے کوشش کرتے ہوئے ادھر ادھر اپنے جسم کو حرکت دینے لگا مگر یہ ساری کوشش محض ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔

میں نہیں جانتا کہ وہ آسمانی بجلی مجھ پر کیوں گری تھی اور ان حبشیوں کے کلام میں آخر کیا طاقت تھی کہ شیطان اپنی تمام تر شیطانی قوت کے ساتھ خود ہی میدان عمل میں کود گیا تھا۔ میری زندگی کا سب سے حیران کن اور ناقابل یقین منظر تھا جو میں دیکھ رہا تھا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

آن کی آن میں اسی آسمانی آگ کے میں سے مجھے ایک ایسا وجود نظر آنے لگا جسکی آنکھوں میں شعلے تھے۔ ایک عجیب و غریب سے مخلوق زمین پر اتر آئی تھی۔ اسے دیکھ دیکھ کر سارے حبشی اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ وہ کوئی جہنم کا دیوتا معلوم ہوتا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے وجود سے لاوے پھوٹ رہے ہوں۔ وہ منظر ناقابل برداشت تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک آتش فشاں پھٹ گیا۔ دو تین کئی خوفناک قسم کے دھماکے ہوئے اور آسمان سمیت ہر چیز آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ یہ یقیناً اس طلسماتی ہستی کا ہی کرشمہ تھا۔ وہ واقعی دیوتا ہی معلوم ہوتا تھا۔ میں اس منظر کی واقعی تاب نہ لا سکا اور ایک بار پھر جھول گیا۔ شاید میرا انجام ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(جاری ہے)

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔